۸۔ یادیں اور باتیں

دادا بھائی نوروجی

پہلی بات : اساتذہ اپنے شاگردوں میں مختلف خوبیاں پیدا کرنے اور ان کی شخصیت کو سنوارنے کا اہم فریضہ انجام دیتے ہیں، اسی لیے انھیں 'معمارِ قوم' کہا جاتا ہے۔ لوگ اپنی تعلیم گاہوں کو اس لیے بھی یاد رکھتے ہیں کہ وہیں سے انھیں علم و ہنر اور جینے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔ تحریکِ آزادی کی ایک اہم شخصیت دادا بھائی نوروجی نے ذیل کے سبق میں اپنی تعلیمی زندگی کے دلچسپ واقعات بیان کیے ہیں۔

مصنف اپنے آپ پر بیتے ہوئے واقعات کا بیان کرتا ہے تو اسے 'آپ بیتی' کہتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی ہوسکتی ہے اور افسانہ بھی۔ خودنوشت اور اعترافِ ادب اس کی مترادف اصطلاحیں ہیں۔ یہ کسی فرد کے بارے میں اس کی ذاتی تحریر ہوتی ہے۔ آپ بیتی میں لکھنے والا اپنے ماضی کی تفصیلات بیان کرتا ہے۔ آپ بیتی میں بیان ہونے والے واقعات کے ساتھ مصنف کی کیفیات بھی بیان کی جاتی ہیں اس لیے اسے فنِ لطیف بھی سمجھا جاتا ہے۔ کیفیات کا بیان آپ بیتی کو دلچسپ بنا دیتا ہے۔

جان پہچان : دادا بھائی نوروجی ۴ار ستمبر ۱۸۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ وہ ہمارے اہم سیاسی رہنماؤں میں شامل ہیں۔ ملک کی آزادی کے لیے انھوں نے اِنڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم سے لوگوں کو متحد کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھے۔ دادا بھائی ۳۰ر جون ۱۹۱۱ء کو انتقال کر گئے۔

بچپن کی ایک بات مجھے آج بھی یاد ہے، خدا جانے کس طرح یہ میرے ذہن نشین ہوگیا تھا کہ چاند کو میرے ساتھ ہمدردی ہے۔ جہاں کہیں میں جاتا تھا، مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ میرے ساتھ رہتا ہے۔ اس خیالی ہمدردی کے گمان سے میرے معصوم دل کو اس وقت بہت تسکین ہوتی تھی اور اب تک تشفّی ہوتی ہے۔ مجھ کو اپنی ماں کی زبانی بچپن کی جو دوسری بات معلوم ہوئی، وہ یہ ہے کہ جب کوئی ہم عمر بچہ مجھے سخت سست کہتا تو میں صرف یہ کہہ دیتا کہ بدزبانی کرنے سے تمھاری ہی زبان خراب ہوگی۔ میری عزّت میں فرق نہیں آسکتا۔

لڑکپن میں مجھے گلّی ڈنڈا کھیلنے کا بڑا شوق تھا اور میں اس میں مشّاق بھی ہوگیا تھا۔ دوپہر کو جب آدھ گھنٹے کے لیے تعلیم سے فراغت ملتی میں اس کھیل میں گرمی اور دھوپ کی تپش کے باوجود مشغول ہوجایا کرتا تھا۔ شہر کے مدرسے میں جب کوئی شخص یا افسر معائنے کے لیے آتا تو مجھے بطورِ خاص پیش کردیا جاتا۔ مجھے پہاڑے وغیرہ خوب یاد تھے اور زبانی حساب کرنے میں بھی بڑا ملکہ تھا۔ یہ لوگ میری باتوں کو شوق سے سنتے اور برابر آفرین کہتے تھے۔

لڑکپن میں مجھے 'شاہنامہ' پڑھنے اور دوسروں کو سنانے کا بہت شوق تھا۔ اس کتاب کے بار بار پڑھنے اور سنانے سے میرے

خیالات اور عادات واطوار پر بہت اثر پڑا۔

بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں نہایت نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہیں۔ اُنیسویں صدی کے آغاز میں بمبئی میں ایک سوسائٹی ہندوستانیوں میں تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے قائم ہوئی تھی۔ اس سوسائٹی کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک ابتدائی اسکول قائم ہوا جس میں انگریزی اور دیسی زبانوں کی تعلیم علیٰحدہ علیٰحدہ دی جانے لگی۔

اگر والدہ مجھے اس اسکول میں بھیجنے میں تامّل کرتیں تو میں جہالت میں پڑا رہتا۔ اس وقت تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ اگر آج کے زمانے کی طرح اس وقت بھی زیادہ فیس لی جاتی تو شاید میری والدہ مجھے وہاں نہ بھیج سکتیں۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ میں ہمیشہ مفت تعلیم کی تلقین کرتا ہوں۔ یہ اصول ہمیشہ میرے سامنے رہتا ہے کہ ہر انسان کے لیے، چاہے وہ غریب ہو یا امیر، اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے اسباب مہیا ہونے چاہئیں۔

بُرائی سے بچنے کا خیال مجھے پندرھویں سال سے پیدا ہوگیا۔ میں نے ایک مرتبہ بدزبانی سے پرہیز کرنے کی قسم کھائی تھی اور یہ واقعہ مجھ کو اب تک اس طرح یاد ہے کہ گویا کل ہی گزرا ہو۔ میں بُرے اطوار و عادات یکے بعد دیگرے ترک کرتا گیا اور اپنے ارادے پر ہمیشہ قائم رہا۔ جو بات چھوڑی، کبھی اس کا خیال میں نے دوبارہ دل میں نہ آنے دیا۔

مَیں اسکول کے خالی وقتوں میں اپنے ہم مکتبوں کے مجمع میں قصے سنایا کرتا تھا۔ بدنظمی کی یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ طلبہ درجوں سے نکل کر تمام دن لہو ولعب میں مشغول رہتے اور کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہوتا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ میری تعلیم کا ایک سال ضائع ہوگیا۔ لیکن اس سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ کھیلوں اور تقریر میں مشّاق ہونے کی وجہ سے مجھ کو اپنی غیر معمولی لیاقت کا یقین ہوگیا اور میں سمجھنے لگا کہ مشکل وقت میں اس سے کام لے سکتا ہوں۔

مجھے بخوبی یاد ہے کہ ایک مرتبہ اسکول کے امتحان میں ایک طالب علم نے پہاڑے وغیرہ زبانی یاد کر کے اوّل انعام حاصل کرلیا تھا جس کو میں اپنا حصّہ سمجھے ہوئے تھا۔ لیکن تقسیمِ انعام کے وقت جب مقرّرہ کتابوں کے علاوہ ذاتی لیاقت کی آزمائش کے کچھ سوالات پوچھے گئے تو یہ حضرت خاموش رہ گئے اور بغلیں جھانکنے لگے۔ میں نے بڑھ کر یکے بعد دیگرے سب کے جواب دیے۔ ایک انگریز اس جلسے میں موجود تھا۔ اس نے مجھے اپنی جیبِ خاص سے انعام عطا کیا۔ مسز پوسٹن بھی اس موقع پر تشریف فرما تھیں۔ انھوں نے اپنی کتاب 'مغربی ہندوستان' میں اس واقعے کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

انگریزی اور دیسی زبانوں کے اسکولوں کی تعلیم سے فارغ ہوکر مجھے کالج کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی فکر ہوئی۔ اسکول میں تو فیس نہ تھی۔ یہاں فیس کی ضرورت تھی مگر یہاں بھی خوش قسمتی شاملِ حال رہی۔ مجھے ایک ماہانہ وظیفہ مل گیا جس سے میں اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ سکا۔ کتب بینی کا شوق مجھے اوائلِ عمر سے تھا۔ اس وقت میں 'شاہنامہ فردوسی' اور ایک گجراتی زبان کی کتاب اکثر پڑھا کرتا تھا۔ انھی دو کتابوں نے میرے اخلاق پر اچھا اثر ڈالا۔

نیکی، راست بازی اور خوش خُلقی کے سبق مجھے انھی کتابوں سے ملے لیکن انگریزی علم و ادب سے مجھ کو زیادہ اُنس رہا اور اسی سے کام بھی زیادہ رہا۔ جس کتاب نے میرے خیالات کو پختگی بخشی وہ واٹ صاحب کی ایک تصنیف 'اِمپروومنٹ آف مائنڈ' (ذہنی ارتقا) تھی۔ جہاں ایک لفظ میں مطلب ادا ہوسکتا تھا، میں کبھی دو لفظ نہ استعمال کرتا۔ میری طبیعت اختصار پسند واقع ہوئی تھی۔ تحریر میری

صاف اور سیدھی سادی ہوتی تھی۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ میرے خیالات کی پختگی بھی بڑھتی گئی۔ اس امر کا میرے دل پر بہت اثر تھا کہ میں فلاحی ادارے کی مدد سے تعلیم پا رہا ہوں۔ میں خود بھی مفلس ہوں، یہاں تک کہ مجھے ذاتی درسی کتب بھی میسّر نہ تھیں۔ یہ خیال میرے دل میں ہمیشہ جاگزیں رہا اور روز بروز قوی ہوتا گیا کہ میں عوام کے دستِ کرم سے مستفید ہوا ہوں لہٰذا مجھ کو ان کا یہ احسان کبھی نہ بھُولنا چاہیے۔ میرے لیے لازم ہے کہ میں اپنی زندگی ملکی خدمات کے لیے وقف کر دوں۔

جب میں کالج کی تعلیم کے اعلیٰ مراتب طے کر چکا تو سر اَرسکن پیری نے جو اس وقت سررشتۂ تعلیم کی کمیٹی کے صدر تھے، تجویز کیا کہ میں قانون کی تعلیم کے لیے ولایت بھیجا جاؤں۔ صاحب موصوف مجھ سے اس قدر خوش تھے کہ انھوں نے آدھا خرچ اپنی جیبِ خاص سے عطا فرمانے کا وعدہ کیا۔ میرے بزرگوں کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے شبہ ہو گیا تھا کہ ولایت میں پادری لوگ مجھے عیسائی بنا دیں گے۔ برسوں بعد جب مجھے سر اَرسکن پیری سے نیاز حاصل ہوا، گفتگو کے دوران انھوں نے فرمایا کہ بہتر ہوا، تم اس وقت ولایت نہیں گئے۔ تم کو اس حالت میں یہ اُنس اپنی قوم و ملّت سے نہ پیدا ہوتا اور نہ تم میں یہ جوش قائم رہتا۔

مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ حصولِ معاش کا کوئی ڈھنگ نکالوں۔ بمبئی کے سررشتۂ تعلیم کے سکریٹری صاحب میرے بڑے کرم فرما تھے۔ انھوں نے سکریٹریٹ میں میرے لیے ایک جگہ کی سفارش کر دی۔ شکر کا مقام ہے کہ اس سے انکار کر دینا میری آئندہ زندگی کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ اس جگہ کے قبول کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میں عمر بھر چھوٹے چھوٹے سرکاری عہدوں پر پڑا رہتا۔

یہ اس انقلاب کا زمانہ تھا جب بمبئی کی سوسائٹی بدل رہی تھی۔ چاروں طرف تعلیمِ نسواں، عورتوں کی آزادی، سوشل کانفرنسوں کے انعقاد اور طلبہ اور علم دوست اصحاب کے لیے علمی اور سائنٹفک کتب خانے جاری کرنے کی کوشش میں ہر نوجوان مشغول تھا۔ دیہی زبانوں کی ترقّی، کم سنی کی شادی کی رسم کو ختم کرنا اور بیواؤں کی شادی کو رواج دینے کی بھی ہر تعلیم یافتہ نوجوان کو فکر تھی۔ نوجوانوں کا یہ گروہ بزرگوں کی حمایت سے بھی محروم نہ تھا لیکن سر اَرسکن پیری اور پروفیسر پٹس وغیرہ کی اخلاقی امداد اور ہمدردی نے ہم لوگوں کی ہمت اور جرأت دوبالا کر رکھی تھی۔ یہ سب الفنسٹن کالج کی تعلیم کا اثر تھا۔

اگر میں اپنی زندگی کے اس حصّے پر اپنے دل میں ناز کروں تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ مجھے پورا اطمینان ہے کہ میں اپنے ملکی فرائض کو خوش اسلوبی سے انجام دیتا رہا۔ میرے عنفوانِ شباب کا زمانہ، میری اپنی رائے میں، بہت اچھے کاموں میں صَرف ہوا۔ جب میں اس زمانے کا خیال کرتا ہوں تو مجھے یک گونہ مسرت ہوتی ہے۔

میں پہلا ہندوستانی تھا جس کو الفنسٹن کالج کا پروفیسر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پروفیسری کے خطاب سے مجھ کو اب تک خوشی ہوتی ہے اور اکثر میرے ہم عمر مجھے پروفیسر دادا بھائی کہتے ہیں۔ اہلِ ملک مجھے نہایت اعزاز اور محبت سے یاد کرتے ہیں۔ مجھے اپنے لیے 'پِتامہ' کے خطاب سے نہایت ہی مسرت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ خطاب جس سے کہ میرے ہم وطنوں کی دلی ہمدردی اور شکرگزاری کا اظہار ہوتا ہے اور جس کا میں مستحق نہیں ہوں، میرے نزدیک اپنی عمر بھر کی کوششوں کا اچھا ثمر ہے۔

اس موقع پر ایک نیک خاتون کا ذکرِ خیر بھی ضروری ہے، میری مراد اپنی والدہ سے ہے۔ میرے بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ والدہ نے اپنی تمام آسائشوں کو خیر باد کہہ کر میری پرورش اور تربیت کی۔ میری پرورش کے لیے انھوں نے سخت جفاکشی سے کام

لیا۔ وہ تعلیم یافتہ نہ تھیں اور انتہائی محبت کے باوجود مجھ پر سخت نظر رکھتی تھیں کہ میں بُری صحبتوں میں نہ پڑ جاؤں۔ وہ ایک عقل مند خاتون تھیں۔ قرب و جوار کے لوگ مختلف مسئلوں پر ان کے مشوروں کو غنیمت سمجھتے تھے۔ انھوں نے میرے ہمراہ تعلیمِ نسواں کے لیے کوشش کی اور اکثر قومی اصلاح کے کاموں میں وہ بھی میری معاون رہیں۔ الغرض مجھے انھوں نے ایسا شخص بنا دیا جس کو آپ اس کی موجودہ حالت میں دیکھتے ہیں۔

معانی و اشارات

اطوار	–	طور کی جمع، چال چلن، ڈھنگ	خوش خُلقی	–	اچھی عادات
لہو ولعب	–	ہنسی مذاق، تفریح، مراد بے کار کام	سررشتہ	–	محکمہ
بغلیں جھانکنا	–	شرمندہ ہونا، جواب نہ بن پڑنا	ولایت	–	بیرون ملک
راست بازی	–	ایمانداری، سچائی			

مشقی سرگرمیاں

➤ سبق کی روشنی میں دیے ہوئے الفاظ سے متعلق مکمل جملہ لکھیے۔

۱۔ مشّاق ←
۲۔ ملکہ ←
۳۔ اُنس ←
۴۔ شوق ←
۵۔ اُصول ←
۶۔ نفرت ←
۷۔ شغل ←

➤ خالی چوکون میں مناسب نام لکھیے۔

۱۔ وہ کتاب جس میں مصنف کی ذاتی لیاقت کی آزمائش کا تذکرہ ہے۔

کتاب کا نام [ ] مصنف [ ]

۲۔ وہ کتاب جس نے مصنف کے خیالات کو پختگی بخشی۔

کتاب کا نام [ ] مصنف [ ]

➤ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

۱۔ دادا بھائی نوروجی کو کس بات سے تسکین ہوتی تھی؟
۲۔ دادا بھائی نوروجی سے لوگ کس وجہ سے محبت کرتے تھے؟
۳۔ دادا بھائی نوروجی کے خیالات اور عادات و اطوار پر کس بات کا اثر پڑا؟
۴۔ دادا بھائی نوروجی مفت تعلیم کی تلقین کیوں کرتے تھے؟
۵۔ اسکول کے زمانے میں دادا بھائی نوروجی کے خالی وقت کا شغل کیا تھا؟
۶۔ دادا بھائی نوروجی کے بزرگوں کو کس بات کا شبہ تھا؟
۷۔ دادا بھائی نوروجی کو کس خیال سے مسرت ہوتی تھی؟

➤ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ دادا بھائی کو اپنی ماں سے اپنے بارے میں کیا بات معلوم ہوئی؟
۲۔ دادا بھائی نوروجی کے تعلیم سے متعلق کیا خیالات تھے؟
۳۔ دادا بھائی نوروجی نے اپنی والدہ کے بارے میں کن باتوں کو بیان کیا ہے؟

➤ تفصیلی جواب لکھیے۔

۱۔ دادا بھائی نوروجی کی تعلیم کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔
۲۔ زمانۂ انقلاب میں بمبئی کی بدلتی ہوئی سوسائٹی کے بارے میں دادا بھائی نے کون سی باتیں بتائی ہیں؟
۳۔ دادا بھائی نوروجی نے اپنے عہدِ شباب کے بارے میں کون سے واقعے بیان کیے ہیں؟

- درج ذیل خاکہ مکمل کیجیے۔

دادا بھائی نوروجی کو ملنے والے خطابات

ہم عصروں کی طرف سے	اہلِ ملک کی طرف سے

- ”تعلیم کے ساتھ میرے خیالات کی پختگی بڑھتی گئی۔“ متن کے حوالے سے دادا بھائی نوروجی کے احساسات قلمبند کیجیے۔
- دادا بھائی نوروجی کی والدہ کے کردار پر روشنی ڈالیے۔
- درج ذیل جملوں میں خط کشیدہ الفاظ کا ایسا متبادل لفظ تحریر کیجیے کہ جملے کا مطلب تبدیل نہ ہو۔

۱۔ دوپہر کو آدھ گھنٹے کے لیے تعلیم سے فراغت ملتی، میں اس کھیل میں مشغول ہوجایا کرتا تھا۔

۲۔ اسکول میں میرا خالی وقت کا شغل یہی رہا تھا کہ میں اپنے ہم مکتبوں کے مجمع میں قصے کہا کرتا تھا۔

۳۔ کتب بینی کا شوق مجھے اوائلِ عمر سے تھا۔

۴۔ تم کو اس حالت میں یہ اُنس اپنی قوم وملت سے نہ پیدا ہوتا۔

بول چال

- درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

۱۔ ملکہ ہونا ۲۔ آفرین کہنا ۳۔ تامّل کرنا

۴۔ یکے بعد دیگرے ۵۔ بغلیں جھانکنا

زورِ قلم

۱۔ ”میں نے کتاب پڑھی“ اس عنوان پر درج ذیل نکات کی مدد سے مضمون تحریر کیجیے۔

کتاب کا نام ، مصنف ، موضوع ، حاصل مطالعہ، پسندیدگی کی وجہ۔

۲۔ آپ کے شہر میں تعلیم کو عام کرنے کی کوششوں سے متعلق کسی تعلیمی تقریب کی روداد تحریر کیجیے۔

۳۔ اپنی پسندیدہ تعلیمی شخصیت کے بارے میں مضمون لکھیے۔

روبرو

- اپنے شہر کی مشہور تعلیمی شخصیت سے ملاقات کیجیے اور ان سے تعلیم سے متعلق گفتگو کیجیے۔

تلاش و جستجو

- سبق سے کافِ بیانیہ کے پانچ جملے تلاش کرکے لکھیے۔
- سبق سے زیرِ اضافت کے پانچ الفاظ لکھیے۔

عبارت آموزی

شاہ نامہ فردوسی

’شاہنامہ‘ دسویں صدی عیسوی کے عظیم فارسی شاعر فردوسی کا شاہکار ہے۔فردوسی کا پورا نام ابوالقاسم تھا۔وہ ۹۴۰ء میں ایران کے شہر طوس کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔فردوسی نے مختلف اساتذہ سے فلسفہ، نجوم اور ادب کا علم حاصل کیا۔ پھر چالیس سال کی عمر میں اپنی شاہکار نظم لکھنے کی ابتدا کی جسے ’شاہنامۂ فردوسی‘ کہا جاتا ہے۔فردوسی نے مسلسل تیس برسوں میں شاہنامے کو مکمل کیا۔ اس طرح اپنی عمر کے ۷۰؍سال مکمل ہونے پر وہ ۶۰؍ ہزار اشعار پر مشتمل شاہنامہ مکمل کرنے میں کامیاب ہوئے۔فردوسی کا مقصد اس نظم کے ذریعے ایران کی شاندار تاریخ اور اس کی عظمت کو بیان کرنا تھا اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔

’شاہنامہ‘ ایک طویل رزمیہ داستان ہے جس میں ایران کی تاریخ کے مختلف ادوار ، ایرانیوں کی شجاعت و بہادری کی داستانوں، بادشاہوں کی تاریخ، جنگ وجدل، رسم ورواج، مذہبی صورتِ حال اور سماجی زندگی کی خوب صورت انداز میں عکاسی کی گئی ہے۔اسی لیے علامہ شبلی نعمانی نے ’شاہنامے‘ کو ایرانی قوم کا افسانہ کہا ہے۔

’شاہنامۂ فردوسی‘ مختلف شعری و فنی خوبیوں سے آراستہ ہے۔فردوسی نے ہر طرح کے خیالات، مضامین، کیفیات اور مناظر کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ فردوسی کی اس شاہکار نظم کو عالمی ادب میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

آئیے، زبان سیکھیں

گزشتہ جماعتوں میں آپ ماضی کی چند قسموں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ذیل کے جملوں کو پڑھ کر ان کے زمانے پہچانیے۔

۱۔ ایک صحابی کنویں کے مالک سے ملے۔
۲۔ انھوں نے ساری جائداد بھتیجے کے نام لکھوا دی۔
۳۔ میں نے بہت دنوں سے انڈا نہیں کھایا تھا۔
۴۔ بچے ان کتابوں کو پڑھ چکے تھے۔
۵۔ دادی کی مایوسی بڑھتی جا رہی تھی۔
۶۔ میں اس آواز کو وہم سمجھ رہا تھا۔

ان جملوں کے افعال سے ان کی قسموں کا پتا چلتا ہے جیسے
ملے/لکھ دی (ماضی مطلق)
کھایا تھا/ پڑھ چکے تھے (ماضی بعید)
بڑھتی جا رہی تھی/سمجھ رہا تھا (ماضی استمراری)

اب ذیل کے جملوں کو پڑھیے۔
۱۔ تم محنت کرتے تو ضرور کامیاب ہوتے۔
۲۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یہاں کبھی نہ آتا۔

اوپر کے جملوں سے پتا چلتا ہے کہ فعل کے پورا ہونے کے لیے ایک شرط ضروری ہے جیسے کامیاب ہونے کے لیے محنت کرنا۔

ایسے شرطیہ جملوں کا فعل ماضی ہوتا ہے اور اس فعل کو **ماضی شرطیہ** کہتے ہیں۔ اکثر ماضی شرطیہ کے جملوں میں حرفِ شرط 'اگر' کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ماضی کے اکثر جملوں میں کام (فعل) کے پورا ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔ جیسے:
۱۔ آپ نے یہ خبر سنی ہوگی۔
۲۔ اس نے میری بات نہ سن لی ہو۔

ان جملوں سے واضح نہیں ہے کہ آپ نے 'واقعی' خبر سنی ہے یا مجھے شبہ ہے کہ اس نے میری بات سن لی ہوگی۔

ماضی کے جن جملوں میں فعل کی یہ صورت ہو تو اسے **ماضی احتمالی** کہتے ہیں۔

اب ذیل کے جملوں کو پڑھیے۔
۱۔ اچھا ہوتا کہ تم بھی وہاں آجاتے۔
۲۔ کاش! اس وقت کسی نے میری مدد کی ہوتی۔

ان جملوں سے کہنے والے کی تمنا کا اظہار ہو رہا ہے۔ ماضی کے ایسے جملوں میں فعل کے پورا ہونے کی تمنا پائی جاتی ہے اس لیے ایسے ماضی کو **ماضی تمنائی** کہتے ہیں۔

ذیل کے جملوں میں ماضی شرطیہ، ماضی احتمالی اور ماضی تمنائی پہچانیے۔
۱۔ اس نے یہ بات کسی سے سن لی ہوگی۔
۲۔ کاش! میں نے آپ کی نصیحت پر عمل کیا ہوتا۔
۳۔ بارش نہ ہوتی تو دریا میں سیلاب بھی نہ آتا۔

اضافی مطالعہ

آپ بیتی میں لطفِ بیان کی وجہ سے قاری اُسے اپنی آپ بیتی سمجھنے لگتا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ آپ بیتی جگ بیتی بھی ہوتی ہے۔

اُردو میں کئی آپ بیتیاں لکھی گئی ہیں۔ ان میں مولانا آزاد کی آپ بیتی 'تذکرہ'، کلیم الدین احمد کی 'آپ بیتی'، آلِ احمد سرور کی 'خواب باقی ہیں'، شمیم کرہانی کی 'گھومتی ندی'، اختر الایمان کی 'اس آباد خرابے میں'، ندا فاضلی کی 'دیواروں کے بیچ' وغیرہ کافی مشہور و مقبول ہیں۔

NN882Z